

ناشر کا مراسلہ قارئین کے نام



سنامی طوفان اور حالیہ زلزلے سے ہونے والے جانی نقصان

اور تباہی سے تمام دنیا خوف زدہ تھی۔ دوسرا رد عمل یہ تھا کہ ہم کیسے لوگوں کی مدد کریں؟ مصیبت زدوں کی مدد کرنے بغم زدوں کو دلا سادینے اور بچ رہنے والوں کی تعمیر نو میں مدد کے لیے تیزی کے ساتھ کام کرنے کی خواہش بڑی تعداد میں ہندوستانیوں اور امریکیوں میں مشترک تھی۔ میری لیڈ ہائی اسکول کی ایک کم سن فکر مند لڑکی سے لے کر نہ تھکنے والے ناگا پنٹم کے ایک ضلع کلکٹر تک۔ ہیمنٹ بھٹناگر کی تصویروں کے ساتھ دونوں کے خاکے ہماری سرورق کی کہانیوں کی زینت ہیں۔ ”سنامی کے بعد زندگی“ میں اے ویٹک نارائن نے حکومتوں، تجارتی اداروں، گاؤں، رضا کار تنظیموں اور انفرادی طور پر کام کرنے والوں کے اقدامات کا جائزہ لیا ہے تاکہ تعلیم، زراعت، تربیت اور بازاآباد کاری کے کاموں کے ساتھ ساتھ لوگوں کی فوری ضروریات بھی پوری کی جا سکیں۔ ناگا پنٹم کے ضلع کلکٹر بے رادھا کرشنن کہتے ہیں کہ کسی آفت کے دوران ”مل کر کام کرنے کا طریقہ ہی صحیح طریقہ کار ہے۔“ ”کم سن امریکی رضا کار“ میں سولہ سالہ لورین ہیلیسی پرائس بیان کرتی ہے کہ کس طرح اس نے اسکول فنڈ فراہمی کی ایک تحریک کی قیادت کی جس سے سنامی بازآباد کاری امداد کے لیے ایک لاکھ ڈالر اکٹھا ہوئے، پھر وہ اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ ہندوستان آئی تاکہ بذات خود ”محبت کے یہ سادہ تھے“، مستحقین تک پہنچا سکے۔

”بحر ہند میں سنامی کی اطلاع دینے والا مرکز“ میں شیرل پیلی رین بتاتی ہیں کہ امریکہ ہندوستان اور

دوسرے ممالک ہونو لولومیں واقع ایک مرکز کے توسط سے کس طرح ایک ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں اور کس طرح ایک دوسرے کو معلوما فراہم کر رہے ہیں تاکہ مستقبل میں لوگوں کو قبل از وقت آگاہ کیا جاسکے۔ شینٹیل بیٹا اپنے مضمون ”طوفان باد و باراں ریٹا سے فراز“ میں بڑے ہی جذباتی انداز میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتی ہیں کہ کس طرح انہوں نے اور ہزاروں دوسرے لوگوں نے ہیوسٹن، ٹکساس کی طرف بڑھنے والےعفریت نما طوفان کے خطرے پر اپنا رد عمل ظاہر کیا۔ ان کی کہانی ایک عام امریکی کی کہانی کی طرح شروع ہوتی ہے یعنی انفرادیت لیے ہوئے، ”میں تمام خطرات کے خلاف تنہا“ قسم کی کہانی لیکن اس کا اختتام اس امر کی تصدیق پر ہوتا ہے کہ تباہی کے معاملے میں ٹیم ورک، ہل چل کر کام کرنا ہی شاہ کلید ہے۔

ہماری کہانیوں کا دوسرا پہنچ ایک اور ذاتی رابطے تعلق کے ارد گرد گھومتا ہے، ایک رشتہ جو ان ہندوستانیوں اور جو آس کین کے درمیان استوار ہوا جو اس ناپینا امریکی خاتون کے ربط میں آئے۔ اس خاتون نے اپنے رہنما کتے کے ساتھ پورے ہندوستان کی سیاحت کی اور اس تصور کو بدل دیا کہ ایک معذور آدمی کر ہی کیا سکتا ہے۔ انہوں نے نئے نئے رویوں، طرز عمل اور نئے خیالات پر لوگوں کو آسایا، اور معذوروں کی مدد کے نئے طریقہ کار پر نئی بحث اٹھائی تاکہ یہ خود اپنی مدد آپ کر سکیں جیسا کہ لورینڈا کیز لوئگ نے ”ممکنات کی تشریح نو“ میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ ”معذوروں کی جیت“ میں سون گرین والڈ معذور تنظیم شس کے حوصلوں اور کارناموں کی غیر معمولی داستانیں بیان کرتی ہیں جب کہ رنجیت بسواس کلکتہ کے ”ناپینا او جیرا: دنیا کو اپنی نظر سے دیکھتے ہیں“ میں ناپینا ادا کاروں کے کارناموں کو اجاگر کرتے اور ان پر خوشی مناتے ہیں۔ بالی ووڈ کی ایک نئی فلم اس خیال کی مزید تصدیق کرتی ہے۔ نائپٹل کیہ ریکٹر اور ہیر و گونگے بہرے ہیں لیکن یہ سب سے اہم بات نہیں ہے جو ہم اس کے بارے میں جانتے ہیں جیسا کہ ٹیریا تھر کن اپنے ریویو: ”معذوری کو بے معنی بنانے والی فلم، اقبال“ میں لکھتی ہیں۔

انجم نعیم اپنے مضمون ”امریکہ میں رمضان“ میں بتاتے ہیں کہ امریکی مسلمانوں نے رمضان کے مہینے کا استعمال اپنے ہم وطنوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لیے کر کے ایک گھسے پٹے

تصور (اسلام کے بارے میں) کا مقابلہ کیا اور امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے امریکہ میں اور دنیا بھر میں مسلمانوں کو عید کی مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے اسپین کی جانب سے پورے ہندوستان میں منعقد ہونے والے مباحثوں پر مبنی ایک اور مضمون ”سول سوسائٹی، کثیر الثقافتی جمہوریت اور میڈیا“ کے عنوان سے لکھا ہے۔ مباحثوں کے شرکاء اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی جمہوریت زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہ سکتی اگر وہ مستحکم اداروں کی بہتری اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک متحرک اور فعال شہری سماج فراہم کرنے میں ناکام ہے۔ دوسری جانب جمہوریت کے بغیر شہری سماج کو کامیابی کے ساتھ چلنے کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

”قسمت کی کرامت“ میں راجیو سوئی ایک امریکی مہاجر کے طور پر امریکہ میں اپنے طالع آزمایہ پہلے دن کی خوشیوں کا یاد کرتے ہیں اور ان نتائج کو بھی جو ایک پرامید نقطہ نظر اور دوستانہ شخصیت کے مالک ہونے کی وجہ سے ان کے سامنے آئے۔ لیڑٹ پول نے اپنے مضمون ”کیلی فورنیا کا طلیب“ میں ہندوستان سے تڑک وطن کرنے والے ایک اور شخص ڈاکٹر اشمول ایس گل کی کامیابیوں کا تذکرہ کیا ہے جو جلد ہی کیلی فورنیا میڈیکل ایسوسی ایشن کے سربراہ بننے والے ہیں، ۵۳ ہزار ڈاکٹر اس ایسوسی ایشن کے ممبر ہیں۔

کیٹھرائن میرس نے ہندوستانی اور امریکی کچھر کے باہمی اتصال سے وجود میں آنے والے فنی و روحانی اظہار کو اپنے مضمون ”امریکی آرٹ کو ہندوستان کا تخلیقی فیضان“ میں بعض امریکی آرٹسٹوں کی مدد سے بڑے ہی مناسب انداز میں تیار کیا ہے۔

”آئی آئی ٹی، امریکی اشتراک“ میں دستچیش ست پتھی نے امریکی اور ہندوستانی ٹکنالوجی محققین کے درمیان تعاون کی تقریباً نصف صدی کا خاکہ کھینچتے ہوئے نہایت ہی جامع تصویر پیش کی ہے۔ یہ کام رو بوٹ سے لے کر بادلوں کے پیئرن، نئے ایر کرافٹ اور دنیاں سازی کے مواد تک کو احاطہ کرتا ہے امریکہ کے بعض حصوں میں ایک نئی ایجاد یہ ہے کہ اپنی شاپنگ کارٹ پر کمپیوٹر نصب کیا جائے جو آپ کو یہ بتاتا ہے کہ آپ کی کون سی پسندیدہ اشیاء فروخت ہو رہی ہیں اور آپ انہیں کہاں پر پاسکتے ہیں۔ الہبتہ سکے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ مارکیٹ مینینجر آپ کے بارے میں بہت زیادہ جانتا ہے۔ رابرٹ بڈیری نے اپنے مضمون ”ای۔ کامرس“ میں مستقبل کی اس بازاری دنیا کا جائزہ لیا ہے۔

دینیش شرمانے اپنے مضمون ”زہرا آلود کچرے کی صفائی“ کو لکھنے کے لیے کان پور کے جھگی جمپو پڑی والے علاقوں کا دورہ کیا جہاں تلوں کا پانی زرد اور سبز مائل رنگوں میں آتا ہے اور جہاں امریکی اور ہندوستانی ماحولیاتی تنظیمیں جدید ترین سائنسی طریقوں کے استعمال کے ذریعے زمین کے پانی اور صنعتی طے کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جو کہ انسانوں میں کینسر کا سبب بنتا ہے۔ ”وحشیانہ قتل“ میں ڈیوڈ ڈائمنڈ نے امریکہ میں اپنی نوعیت کی ایکلی کرائم لیب پر روشنی ڈالی ہے جو قتل کیے گئے جانوروں کی باقیات پر پائے جانے والے نشانات کا استعمال اسمگلروں تک پہنچنے کے لیے کرتی ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ ان مضامین پر اپنی رایوں کو جاننے کا آپ ہمیں موقع دیں گے۔ ہم نے اسپین باہمی تعامل سوالات اور قاری سروے کے علاوہ آپ سے رابطے کے ایک اور ذریعے، ای میل، کا اضافہ کیا ہے۔ ہمارا ای میل ایڈریس ہے: editorspan@state.gov۔ اب آپ مطالعے سے لطف اندوز ہوں۔

David H. Cook

مائیکل ایچ اینڈرسن